قاتل کون؟

سہیل احمد لون

1997ء میں پہلی بار جرمنی کے شہر شوائن فورٹ کے ٹیکس آفس میں اپنے دوست کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا۔ کاونٹر پر موجود سرکاری ملازم کو میرے دوست نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔ اُس نے کمپیوٹر پر اندراج کے بعد ہاتھ کے اشارے سے ہمیں بالائی منزل پر جا کر بائیں جانب تیسرے کمرے کے آگے انتظار کرنے کا کہا اور بتایا کہ وہاں فنانس آفیسر ہمیں خود بلانے کیلئے آئے گا۔ میرے دوست نے مجھے یہ بتا کر حیرت میں گم کردیا کہ وہ شخص نابینا ہونے کے باوجود اتنے احسن طریقے سے اپنا کام سرانجام دیتا ہے کہ عام آدمی کو اُس کے نابینا ہونے کا گمان بھی نہیں گزرتا۔ نزدیک سے گزرتے ہوئے دوسرے سرکاری ملازم نے لفظ نابینا سنا کر ہمیں انتہائی نفرت اور ناراضگی کے ملے جلے جذبات سے دیکھا اور ہمیں مخاطب کرکے گویا ہوا آئندہ کسی کو نابینا یا اندھا کہنے کی غلطی نہ کرنا اس پر تمہیں سزا اور جرمانہ دونوں ہو سکتے ہیں ۔میرے دوست نے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے معافی مانگ کر معاملہ رفع دفع کردیا۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایسی دل ازاری معمول کی بات ہے جسے شاید ہم نے کبھی محسوس کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی شخص کی ذہنی یا جسمانی کمزوری کو ہمدردانہ یا نرم دل سے دیکھنے کے بجائے اُس کا مذاق اور تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ معذور لوگوں کے ناموں کے ساتھ ایسا لفظ لگا دیا جاتا ہے کہ ہر لمحے انہیں اپنے وجود میں کسی کمی کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ کانا' گنجا' لنگڑا' لولا' سائیں' شیدائی کے علاوہ کئی ایسے الفاظ ہیں جو ہم اپنے گردونواح میں سنتے رہتے ہیں۔ کسی سیدھے سادھے انسان' سائیں یا ملنگ سے محلے کے بچے اکثر چھیڑ خانی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور بڑے اس سے محظوظ ہوتے ہیں۔ گزشتہ دنوں ایسے ہی کسی معذور شخص کے ہاتھوں کسی دس سال کے بچے کا قتل ہوگیا۔ وہ شخص اپنی روزی کمانے کیلئے پھٹے پر بیٹھ کر برف بیچ رہا تھا۔ برف فروش ذہنی اور جسمانی طور پر نارمل نہیں تھا۔ پولیو کی وجہ سے اُسکا بازو اور ٹانگ صحیح کام نہیں کرتے تھے۔ محلے کے بچوں نے اُس تنگ کرنا اور برف اٹھانا شروع کردیا جس پر طیش میں آ کر اُس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا برف توڑنے والا سُوا ایک معصوم کو مار دیا جس سے بچہ موقع پر ہی ہلاک ہوگیا۔ برف اٹھانے پر کسی بچے کو جان سے مردینا انتہائی سفاکانہ فعل ہے اور اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ مگر اس کی نوبت کیوں آئی؟ اس قتل کے محرکات کیا ہیں؟ کیا مجرم صرف برف بیچنے والا معذور شخص ہے یا قصوروار بچے بھی تھے جو اُس کو تنگ کررہے تھے؟ اگر بچے اُس تنگ کررہے تھے تو اِس میں اُن کا کیا قصور؟ بچے تو وہی سیکھتے ہیں جو اُن کے ماحول میں ہورہا ہو۔ ذہنی اور جسمانی معذور تندرست انسانوں کی نسبت زیادہ محبت اور حسنِ سلوک کے مستحق ہوتے ہیں۔ مگر افسوس! ہم ایک ایسے معاشرے کے باسی ہیں جہاں معذور افراد کا مذاق اڑا کر تسکین حاصل کی جاتی ہے' جہاں اس مکروہ فعل کو غیر انسانی نہیں سمجھا جاتا۔ مہذب معاشروں میں معذور اور خواجہ سراؤں کو یہ احساس ہرگز نہیں ہونے دیا جاتا کہ وہ دوسرے انسانوں سے کم تر ہیں بلکہ اُن کے ساتھ اگر کوئی توہین آمیز سلوک کرے تو معاشرہ اور قانون دونوں حرکت میں آجاتے ہیں۔ جسمانی معذور اور خواجہ سراء عام انسانوں کے شانہ بشانہ زندگی کی دوڑ میں شامل معاشرے کے بہترین اور مفید شہری ہوتے ہیں

دنیا کا ہر ماں باپ ذہنی اور جسمانی طور پر تندرست اولاد کی خواہش کرتا ہے اور اگر کسی کے گھر ایسا بچہ پیدا ہوجائے جو ذہنی یا جسمانی طور پر

معذور ہو یا کسی حادثے یا بیماری سے اِس کو کرب میں مبتلا ہو جائے تو ماں کیلئے زندگی کا مشکل ترین وقت شروع ہو جاتا ہے جہاں اُن کو صبر کے تمام امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے جس کا عام آدمی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ سپیشل بے بیز کے ماں باپ بھی سپیشل ہوتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں معذور افراد کے ماں باپ کو انجانے میں کی ہوئی لوگوں کی نمک پاشی کا درد بھی سہنا پڑتا ہے۔ مشکل سے مشکل حالات گزر جاتے ہیں لیکن بچہ کی معذوری ایسا کرب ہے جس میں انسان روز زندہ رہتا ہے اور روز مرتا ہے۔ مہذب معاشروں میں معذور افراد کے والدین کوئی ایسی بات کرنا جس سے اُن کے دل میں اپنے معذور بچے کا درد جاگ اٹھے' قانونی نے جرم قرار دے رکھا ہے ۔معذور افراد کے ساتھ حسن سلوک صحت مند معاشرے کی نشانی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ غریب کو جب غریب ہونے کا احساس دلایا جائے یا حالات اس نہج پر پہنچ جائیں جہاں اُسے اپنے غریب ہونے کا احساس ہونا شروع ہو جائے تو وہ پہلے تو ذہنی کرب میں مبتلا ہو گا اور پھر رفتہ رفتہ غربت کے ہتھوڑے اُسے ذہنی مرض میں مبتلا کر دیں گے۔ جس کا نتیجہ کوئی بڑا معاشرتی جرم یا خودکشی کی صورت میں سماج کے سامنے آئے گا۔

اپنے معاشرے میں بااختیار جسمانی اور تندرست انسانوں نے دوسرے صحت مند انسانوں کو معذور کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ نت نئے ٹیکس' بڑھتی ہوئی بیروزگاری' جرائم' لاقانونیت اور اُس کے بعد کچھ لوگ محفوظ اور اکثریت غیر محفوظ۔ اس کے بعد ضروریاتِ زندگی کی عدم دستیابی' ایک سروے کے مطابق لوڈشیڈنگ کی وجہ سے پاکستانیوں کی ایک بڑی اکثریت مختلف قسم کے ذہنی امراض میں مبتلا ہو رہی ہے۔ لیکن شاید لوگوں کو پاگل بنانے والوں نے اپنا پروگرام تبدیل کر لیا ہے۔ وہ یہ بات سمجھ چکے ہیں کے لوگوں کو مزید مصنوعی طریقے سے بیوقوف نہیں بنایا جا سکتا سو انہوں نے پاکستانی عوام کو حقیقی معنوں میں پاگل بنانا شروع کر دیا ہے کیونکہ ایسے حکمران صرف پاگلوں پر ہی حکومت کر سکتے ہیں۔ حالات تو جب بدلیں گے دیکھ لیا جائے گا لیکن متوازی اور صحت مند معاشرے کیلئے ضروری ہے کہ ہر فرد کو مفید شہری بننے کا موقع دیا جائے وہ خواہ معذور ہو یا مزدور' خواجہ ہو یا خواجہ سراء۔۔۔ یہی بہترین اور آخری راستہ ہی جس کے ذریعے ہم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں ورنہ ذہنی معذوروں کو مزید ذہنی کرب میں مبتلا کرنا اور بعد ازاں انہوں سزا دے دینا کوئی مستقل حل نہیں ہے۔